رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وسلم

کی نماز

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

افکار اسلامی
کراچی
اسلام آباد

تقلید کیوں ضروری ہے ؟

انسان زندگی کے ہر شعبے میں کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے۔ پرائمری تعلیم کے حصول سے لے کر کسی بھی پیشہ یا ہنر کے درجہ کمال کو پہنچنے تک ہر کوئی اپنے اساتذہ یا اس ہنر کے ماہرین کی تقلید کرنے پر مجبور ہے۔ علم دین کا معاملہ تو اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ ہر شخص یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ قرآن وحدیث سے خود مسائل اخذ کرے کیونکہ اس کیلیے صرف عربی جاننا کافی نہیں بلکہ فقیہ و مجتہد کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔

کسی فقیہ کے قول پر شرعی دلیل کے تحت عمل کرنا تقلید شرعی ہے جس کا فرض ہونا اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہے۔ ارشاد ہوا، 'اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر قوم کو ڈر سنائیں اس اُمید پر کہ وہ بچیں۔' (التوبہ : ۱۲۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر عالم و فقیہ بننا ضروری نہیں لہٰذا غیر مجتہد یا غیر عالم کو مجتہد یا عالم کی تقلید کرنی چاہیے۔

صحابہ کرام براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا علم حاصل کیا کرتے تھے اس لئے انہیں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین بھی اپنے درمیان موجود زیادہ صاحب علم صحابی کی تقلید کیا کرتے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے تھے، 'جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔' (بخاری) یعنی تقلیدِ شخصی ہے جو دورِ صحابہ میں بھی موجود تھی۔

(خواتین اور دینی مسائل، ص ۱۵۲، علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے، 'بیشک تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے، اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن (آخرت) کی اُمید رکھتا ہو۔' (الاحزاب : ۲۱، کنزالایمان)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، 'تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھو۔' (بخاری)

آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ سے شریعت اخذ کر کے ہم تک پہنچانے کا فریضہ ائمہ اربعہ نے انجام دیا جن میں امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے اوّل ہیں کیونکہ آپ تابعی ہیں۔ آپ ۷۷ھ یا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تقریباً بیس صحابہ کرام کا زمانہ پایا اور ان سے ملاقات کی۔ یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے سات صحابہ کرام سے بلاواسطہ احادیث سنی ہیں۔ (مقدمہ در مختار)

اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ تابعی کا قول حدیثِ قولی ہے، اس کا فعل حدیثِ فعلی اور اس کا کسی کے قول یا فعل پر سکوت فرمانا حدیثِ تقریری ہے، تو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول، فعل اور سکوت بھی حدیث قرار پایا۔ گویا فقہ حنفی درحقیقت حدیث ہی ہے۔

غیب بتانے والے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان عالیشان سے امام اعظم کی فضیلت کا اندازہ لگایئے کہ 'اگر ایمان ثریا ستارے کے نزدیک بھی ہو تو فارس کا ایک شخص اسے ضرور حاصل کر لے گا۔' (بخاری، مسلم)

امام سیوطی اور دیگر محدثین کرام نے اس حدیث سے امام ابوحنیفہ کی ذاتِ بابرکات مراد لی ہے کیونکہ بلادِ فارس سے کوئی بھی امامِ اعظم جیسے مقام پر نہیں پہنچ سکا۔

بعض کم علم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امامِ اعظم سے بہت کم احادیث مروی ہیں اور انہوں نے حدیث کی کوئی کتاب نہیں لکھی لہٰذا ان کو حدیث کا علم نہیں تھا۔ یہ اعتراض نہایت لغو ہے۔ اگر بالفرض اسے مان لیا جائے تو معاذ اللہ لازم آئے گا کہ سیّدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر اکابر صحابہ کو بھی حدیث کا علم ہی نہ ہو کیونکہ ان اکابر صحابہ سے مروی احادیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث سے نہایت کم ہیں نیز کسی صحابی نے احادیث مبارکہ کو کتابی صورت میں جمع نہیں کیا۔

بعض کم علم و کم فہم یہ کہتے ہیں کہ صرف وہ احادیث معتبر ہیں جو بخاری میں ہیں ان کے سوا کوئی حدیث معتبر نہیں۔ یہ بات بھی بالکل غلط اور گمراہی ہے۔ کیا یہ نظریہ کسی آیت یا حدیث سے اخذ کیا گیا ہے یا یہ بات امام بخاری نے خود ارشاد فرمائی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ امام بخاری تو کہتے ہیں کہ 'میں نے اپنی صحیح میں صرف صحیح حدیثوں کو جمع کیا ہے لیکن کثیر تعداد میں صحیح حدیثوں کو روایت نہیں بھی کیا ہے۔' (مقدمہ مشکوۃ)

امام بخاری فرماتے ہیں، 'میں نے ایک لاکھ صحیح حدیثیں حفظ کیں اور دو لاکھ غیر صحیح (یعنی حسن، ضعیف وغیرہ) احادیث یاد کیں۔' مقامِ غور ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں 7275 احادیث روایت کیں جن میں متعدد احادیث مکرر آئی ہیں۔ اگر تکرار کو حذف کر دیا جائے تو صرف چار ہزار احادیث باقی رہ جاتی ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ امام بخاری، امام شافعی کے مقلد تھے اس لئے انہوں نے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صحیح بخاری میں وہ احادیث جمع کیں جو مذہب شافعی پر دلیل ہیں۔

اگر صحیح بخاری کی کُل احادیث کو امام بخاری کے ارشاد کے مطابق ایک لاکھ صحیح احادیث سے نکال لیا جائے تب بھی بانوے ہزار سات سو پچیس (92725) صحیح احادیث کا عظیم ذخیرہ باقی رہ جاتا ہے جسے امام بخاری نے روایت نہیں کیا۔ یونہی امام مسلم بھی فرماتے ہیں کہ 'میں نے اس کتاب میں جو احادیث جمع کیں وہ صحیح ہیں لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ جن احادیث کو میں نے چھوڑ دیا، وہ ضعیف ہیں۔'

امام بخاری و امام مسلم کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ کسی حدیث کا بخاری یا مسلم میں نہ ہونا ہرگز اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اصول و ضوابط کے مطابق اگر وہ حدیث ضعیف ہے تو بخاری و مسلم میں ہونے کے باوجود ضعیف ہوگی اور اگر راوی قوی ہیں تو وہ حدیث صحاح ستہ کے علاوہ کسی اور کتاب میں مروی ہے، تو وہ حدیث ہرگز ضعیف نہ ہوگی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، 'دوسرے ائمہ نے بھی صحیح احادیث جمع کی ہیں جیسے صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک للحاکم...... یہ سب کتب صحیح احادیث پر مشتمل ہیں۔ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں احادیث کی پچاس سے زائد کتب کا ذکر کیا ہے جو صحیح، حسن اور ضعیف احادیث پر مشتمل ہیں۔' (مقدمہ مشکوۃ)

امام اعظم کا ارشاد ہے، 'جو حدیث صحیح ہو وہی میرا مذہب ہے۔' (شامی، ج ۱، ص ۵۰)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے۔ حدیث کا ضعیف ہونا راوی کی وجہ سے ہوتا ہے چونکہ آپ نے بلا واسطہ صحابہ کرام سے احادیث سنیں یا تابعین سے، اس لئے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچنے والی سب حدیثیں صحیح ہیں۔

محدث علی قاری فرماتے ہیں، 'امام اعظم نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار (70,000) سے زائد احادیثِ مبارکہ بیان کی ہیں اور چالیس ہزار (40,000) احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔' (مناقب الامام بذیل الجواہر، ج ۲ ص ۴۷۴)

علم حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احتیاط کے متعلق امام وکیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۹۷ھ) یوں گواہی دیتے ہیں کہ 'میں نے حدیث میں جیسی احتیاط امام ابوحنیفہ کے یہاں دیکھی وہ کسی دوسرے میں نہ پائی۔' (مناقب الامام الاعظم، ج ۱ ص ۱۹۷)

امام اعظم کے اجتہاد کے متعلق حافظ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں، 'امام ابوحنیفہ سب سے پہلے قرآن کریم میں حکم تلاش کرتے، اگر نہ ملتا تو سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے۔ اگر دونوں میں حکم نہ پاتے تو صحابہ کے اقوال سے راہنمائی لیتے۔ اگر ان اقوال میں اختلاف ہوتا تو اس قول کو لیتے جو قرآن و سنت سے زیادہ قریب ہوتا۔ اگر کسی صحابہ کا قول بھی نہ ملتا تو تابعین کی طرح خود اجتہاد کرتے۔' (الخیرات الحسان، ص ۲۶)

اب چند احادیث پیشِ خدمت ہیں جو مذہبِ حنفی کے مطابق طریقہ نماز پر دلیل ہیں:۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں

☆ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں تک کہ وہ دونوں کانوں کے برابر ہو جاتے۔ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۶۸، نسائی ج ۱ ص ۱۰۲، ابن ماجہ ص ۶۲)

☆ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وَقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھاتے تھے۔ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۷۳، مسند امام اعظم، ص ۸۶)

☆ اس حدیث کو نسائی، طبرانی، دار قطنی اور بیہقی نے بھی رِوایت کیا ہے۔ (زجاجة المصابیح باب صفة الصلوٰة، ج ۱ ص ۵۶۹)

☆ حضرت عبدالجبار بن وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس قدر بلند کرتے کہ آپ کے ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جاتے۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۰۲، ابو داؤد ج ۱ ص ۱۰۴، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۵)

☆ امام حاکم نے حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کی اور فرمایا، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اس میں کوئی ضعف نہیں ہے۔ (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۲۶، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۵)

☆ حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم نماز ادا کرو تو ہاتھوں کو کانوں کے برابر کرو اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ ہاتھوں کو سینے کے برابر کریں۔ (نمازِ حبیب کبریا ص ۷۹ بحوالہ معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۸)

۲۔ نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھیں

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سنّت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (ابو داؤد مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۲۸۰، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۸۶، سنن الکبریٰ ج ۲، ص ۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱، زجاجة ج ۱ ص ۵۸۴)

☆ حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ اس حدیث کی سند قوی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰، زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۵۸۳)

☆ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ میں آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہہ کر اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھا کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی اُنگلی سے بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑ لیا اور دائیں ہاتھ کی باقی تین انگلیاں کلائی پر تھیں۔ (سنن نسائی باب فی الامام اذا رأی رجلا، زجاجة المصابیح، ج ۱ ص ۵۸۳)

۳۔ امام کے پیچھے قرأت کرنا منع اور ناجائز ہے

☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، 'اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔' (الاعراف: ۲۰۴، کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، 'اس آیتِ کریمہ سے واضح ہے کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔'

☆ جمہور صحابہ و تابعین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ نماز سے متعلق ہے یعنی مقتدی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ (تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر روح المعانی، زجاجۃ المصابیح باب القراۃ فی الصلوٰۃ)

☆ اس آیت کریمہ میں دو مستقل حکم دیے گئے ہیں: اوّل یہ کہ قرأت کان لگا کر سنو۔ یہ حکم جہری نمازوں سے متعلق ہوگا اور دوم یہ کہ قرأت کے وقت خاموش رہو۔ یہ سرّی نمازوں سے متعلق رہے گا اور یہی حنفی مذہب ہے۔ (زجاجۃ المصابیح، ج ۱ ص ۶۱۵)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ امام مسلم نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۱ ۱۷۴)

☆ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سکھائی اور فرمایا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۷۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (ابو داؤد ج ۱ ص ۸۹، نسائی ج ۱ ص ۹۳، ابن ماجہ ص ۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶)

☆ یہ حدیث صحیح ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۲۸)

☆ امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۲۱۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم، سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر، سیّدنا عثمان اور سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (مصنف امام عبد الرزاق، ج ۲ ص ۱۳۹)

☆ مشہور کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت نہ کی جائے (خواہ وہ نماز جہری ہو یا سرّی)۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۳۷۶)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب تم امام کے پیچھے نماز پڑھو تو تمہیں امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھو تو قرأت کرو۔ (موطا امام مالک باب ترک القراۃ خلف الامام ص ۲۸، موطا امام محمد ص ۹۲)

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (مسند امام اعظم ص ۱۰۲، ابن ماجه ص ۶۱، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۴، سنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲ ص ۱۵۹، مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۶)

☆ امام محمد، دارقطنی اور بیہقی نے اس حدیث کو امام اعظم سے روایت کیا ہے اور اس کی سند احسن ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے رواۃ بخاری و مسلم کی شرط کے موافق ہیں۔ (زجاجة المصابیح، ج ۱ ص ۲۳۳)

☆ مذکورہ آیتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کی قرأت ہی مقتدیوں کی قرأت ہے۔

۴۔ امام اور مقتدیوں کو آمین آہستہ کہنا سنّت ہے

فرمانِ الٰہی ہے، 'اپنے ربّ سے دعا کرو عاجزی سے اور آہستہ آواز میں۔' (الاعراف : ۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ دعا آہستہ آواز میں مستحب ہے۔ آمین کے معنی ہیں 'اے اللہ! اسے قبول فرما' پس آمین دعا ہے اور اسے آہستہ ہی کہنا چاہئے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی اس کے اگلے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، صحیح مسلم ج ۱ باب التسمیع و التحمید و التامین)

☆ اس مشہور حدیث میں فرشتوں کے موافق آمین کہنا مذکور ہے۔ سوال یہ ہے کہ فرشتوں کا آمین کہنا بلند آواز سے ہے یا آہستہ؟ یقیناً فرشتوں کا آمین کہنا آہستہ ہے اس لئے موافقت کی یہی صورت ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ یہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

☆ حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** پڑھا تو آپ نے آہستہ آواز میں آمین کہی۔ (جامع ترمذی ابواب الصلوۃ، ج ۱ ص ۶۳)

☆ اسے امام حاکم، امام احمد، ابوداؤد الطیالسی، ابویعلی، طبرانی اور دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا، یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔ (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۳۲، زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۲)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہئیں: ثناء (سبحانک اللھم)، تعوذ (اعوذ باللہ)، تسمیہ (بسم اللہ) اور آمین۔ (مصنف امام عبد الرزاق، ج ۲ ص ۸۷)

☆ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، امام چار چیزیں آہستہ کہے: ثناء، تعوذ، تسمیہ اور آمین۔ امام محمد بن حسن نے فرمایا، یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ (كتاب الأثار ص ١٦، مصنف عبد الرزاق ج ٢ ص ٨٧، مصنف ابن ابی شیبه ج٢ ص ٥٣٦)

۵۔ نماز میں رفع یدین جائز نہیں، منسوخ ہے

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، 'میں دیکھتا ہوں کہ تم نماز کے دوران رفع یدین کرتے ہو جیسے سرکش گھوڑے اپنی دُمیں ہلاتے ہیں، نماز سکون سے ادا کیا کرو۔' (صحيح مسلم ج ١ ص ١٨١، سنن ابو داؤد ج ١ ص ١٥٠، سنن نسائی ج ١ ص ١٧٦)

☆ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں ہاتھ نہ اٹھائے۔ (سنن ابو داؤد ج ١ ص ١٠٩، سنن نسائی ج ١ ص ١٢١، شرح معانی الأثار ج ١ ص ١٣٢، مصنف عبد الرزاق ج ٢ ص ٧١، مصنف ابن ابی شیبه ج ١ ص ٢٣٦)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں، 'یہ حدیث حسن ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ اور تابعین کرام اسی کے قائل ہیں۔' (جامع ترمذی، ج ١ ص ٥٩)

☆ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے اور پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ (ابو داؤد ج ١ ص ١٠٩، شرح معانی الأثار ج ١ ص ١٣٢، سنن دار قطنی ج ١ ص ٢٩٣، مصنف ابن ابی شیبه ج ١ ص ٢٣٦)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیّدنا ابوبکر اور سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، ان میں سے کسی نے بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کیا۔ (سنن دار قطنی ج ١ ص ٢٩٥، سنن الكبرى للبيهقی ج ٢ ص ٨٠)

☆ امام بخاری کے استاد امام ابوبکر ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبه ج ١ ص ٢٣٦، سنن الكبرىٰ للبيهقی ج ٢ ص ٨٠)

☆ امام طحاوی نے اس کی سند کو صحیح فرمایا ہے۔ علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔ رفع یدین کا منسوخ ہونا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ثابت ہو چکا تھا جبھی تو آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الأثار باب التكبيرات، زجاجة المصابيح ج ١ ص ٥٧٨)

☆ امام بخاری (م ۲۵۶ھ) کے استاد امام حمیدی (م ۲۱۹ھ) روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور پھر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔ (مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷)

☆ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام طحاوی نے فرمایا، یہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا (جس کا ذکر بخاری ومسلم میں ہے) پھر خود انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا کیونکہ وہ منسوخ ہو گیا تھا۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، زجاجۃ ج ۱ ص ۵۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، وہ دس صحابہ کرام جنہیں آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی، یعنی عشرہ مبشرہ میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (عمدۃ القاری شرح البخاری ج ۵ ص ۲۷۲)

☆ حضرت محمد بن عمرو بن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے، میں تم سے زیادہ آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو جانتا ہوں۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور کمر کو برابر کرتے پھر رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ آ جاتا۔ پھر آپ سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو زمین پر بچھاتے بغیر رکھتے اور ان کو پہلوؤں سے نہ ملاتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُو رکھتے۔ آپ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔ (صحیح بخاری ج اوّل باب سنۃ الجلوس فی التشھد) صحیح بخاری کی اس حدیث میں صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کیا اور رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا، میں تمہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سکھاؤں گا جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ (اولیٰ) پس مردوں نے ان کے نزدیک صف باندھی پھر مردوں کے پیچھے بچوں نے صف باندھی پھر ان کے پیچھے عورتوں نے صف باندھی۔ پھر کسی نے اقامت کہی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہی۔ پھر سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت خاموشی سے پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور تین بار تسبیح پڑھی۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح پہلی رکعت میں چھ تکبیریں ہوئیں۔ پس جس وقت نماز پڑھا چکے

تو لوگوں سے فرمایا، میری تکبیروں کو یاد کرلو اور میرے رکوع وسجود سیکھ لو کیونکہ یہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دِن کے اس حصّہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ (مسند احمد ج۵ ص ۳۴۳، مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۳۰)

اس حدیث میں بھی جلیل القدر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کی نماز کا طریقہ بیان کیا اور فرمایا، یہ مدینے والی نماز ہے۔ اس میں رفع یدین کا کہیں ذکر نہیں جس سے ثابت ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

٦۔ نماز وتر تین رکعت میں

☆ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں فرماتے تھے۔ آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے، ان کا حسن اور طوالت نہ پوچھو پھر آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے، ان کا حسن اور طوالت نہ پوچھو۔ پھر آپ تین رکعت (وتر) ادا فرماتے۔ (صحیح بخاری کتاب التہجد ج ۱ ص ۱۵۴، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دو دو رکعت کر کے چھ رکعت (تہجد) پڑھی اور اس کے بعد آپ نے تین رکعت وِتر ادا کیے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۱)

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی نے کہا، اہل علم صحابہ و تابعین کرام کا یہی مذہب ہے۔ (جامع ترمذی ابواب الوتر ج ۱ ص ۱۱۰، زجاجۃ المصابیح باب الوتر، ج ۲ ص ۲۶۳)

☆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی باب القراۃ فی الوتر، ج ۱ ص ۱۷۵)

☆ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنی رکعت وِتر پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا، 'چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین۔ آپ نے طاق رکعت تیرہ سے زائد نہیں پڑھیں اور سات سے کم نہیں'۔ (ابو داؤد جلد اوّل فی صلوۃ اللیل ، طحاوی باب الوتر)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی چار رکعت تہجد اور تین وتر ادا کرتے، کبھی چھ رکعت تہجد اور تین وتر ادا فرماتے، کبھی آٹھ تہجد اور تین وتر ادا فرماتے اور کبھی دس رکعت تہجد اور تین وتر ادا فرماتے۔ اس طرح مجموعی تعداد کم از کم ۷ اور زیادہ سے زیادہ ۱۳ ہوتی۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ وتر ادا کرتے ہوئے دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی جلد اوّل باب کیف الوتر بثلاث)

☆ امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

امام حاکم نے کہا، یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (مستدرک للحاکم کتاب الوتر ج ۱ ص ۳۰۴)

۷۔ نماز تراویح بیس رکعت ہے

☆ ماہ رمضان المبارک میں روزانہ بعد عشاء بیس رکعت نماز تراویح ادا کرنا سنّت مؤکدہ ہے۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی استراحت و آرام کے ہیں۔ چونکہ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر آرام کیا جاتا ہے اس لئے اسے تراویح کہتے ہیں۔ عربی میں جمع کا اطلاق دو سے زائد پر ہوتا ہے۔ نماز تراویح اگر آٹھ رکعت ہوتی تو دو ترویحے ہونے کے باعث اسے ترویحتین کہا جاتا لیکن چونکہ یہ بیس رکعت یعنی پانچ ترویحے ہیں اس لئے انہیں تراویح کہا جاتا ہے۔

☆ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں رمضان میں لوگ تیئس (23) رکعت (20 تراویح اور 3 وتر) ادا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک باب ماجاء فی قیام رمضان، ص ۹۸)

☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہم لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح ادا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث کی اسناد صحیح ہیں۔ (سنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۴۹۶، مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۶۱)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت تراویح اور نماز وتر ادا فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴، زجاجۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۰۷)

☆ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کا امام مقرر کیا اور وہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں، اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ سے مروی ہے۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۹)

بخاری کی جس روایت کو غیر مقلد آٹھ تراویح کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت نماز ادا کی، اس سے مراد آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر ہیں۔ یہ حدیث وتر کے بیان میں ہم تحریر کر چکے۔ ہمارے موقف کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے یہ حدیث تہجد کے عنوان کے تحت درج کی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رمضان اور غیر رمضان میں آپ نے گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں کیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آٹھ رکعت وہ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام سال ادا فرماتے تھے۔

۸۔ نماز جنازہ میں قرأت جائز نہیں

☆ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا کوئی اور سورت بطور قرأت جائز نہیں، اس میں ثناء، دُرود اور دُعائے مغفرت کرنا سنّت ہے۔ اگر سورہ فاتحہ بطور حمد و ثناء پڑھے تو حرج نہیں۔

☆ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ (موطا امام مالک باب ما یقول المصلی علی الجنازة، ص ۲۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ، ج۳ ص ۲۹۹)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرنی چاہئے، نماز جنازہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود پڑھنا ہے اور پھر میت کے لئے دُعا مانگنا ہے۔ (جامع ترمذی ابواب الجنائز ج ۱ ص ۱۹۹)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں قرآن کریم سے کچھ مقرر نہیں فرمایا۔ (زجاجة المصابیح کتاب الجنائز)

☆ حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میت پر نماز جنازہ پڑھتے وقت پہلی تکبیر کہی جائے تو ثناء پڑھی جائے، دوسری تکبیر پر آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود اور تیسری تکبیر پر میت کے لئے دعا پڑھی جائے اور چوتھی تکبیر پر سلام پھیر لیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۳ ص ۲۹۹، مصنف امام عبد الرزاق ج۳ ص ۴۹۱)

علامہ مفتی عبد الرزاق چشتی بھترالوی مدظلہ کے قلم سے

☆ امام اعظم، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جن احادیث سے اپنے مذہب کو قائم کیا ان کو ضعیف کہنا اور ثابت کرنا کسی غیر مقلد سے ثابت ہی نہیں ہوسکتا۔ جن راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے احادیث کو ضعیف کہا جاتا ہے وہ اس وقت پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان احادیث کو دلیل مانا۔

وجہ اصل یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں کے مؤلف حدیثوں کو جمع کرنے والے امام اعظم کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کو حدیثیں زیادہ واسطوں سے ملی ہیں۔ ان میں کوئی راوی ضعیف بھی ہوتا ہے اگر انصاف کرنا ہو تو اس راوی کا سن پیدائش اور سن وفات دیکھا جائے پھر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ دیکھا جائے اور اندازہ کیا جائے کہ یہ راوی اس وقت پیدا ہوا تھا یا نہیں۔ اگر پیدا ہی نہیں ہوا تھا تو اس کی وجہ سے امام اعظم کی دلیل کیسے ضعیف ہوگئی؟

☆ انسان اگر معمولی علم بھی رکھتا ہو تو یہ بات سمجھنے میں اسے مشکل پیش نہیں آئے گی کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سن پیدائش ۸۰ھ) اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سن پیدائش ۹۰ھ) ہی پہلے ہیں۔ کیونکہ امام اعظم تابعی ہیں اور امام مالک تبع تابعی ہیں (اور یہ دونوں رفع یدین کے قائل نہیں)۔ جن حضرات نے صحابہ کرام یا تابعین کا زمانہ پایا ان کو رفع یدین کی ممانعت پر صحیح احادیث مل گئیں اس لئے انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے بھی بعد میں ہیں۔ ان تک جب یہ احادیث پہنچیں تو بعض اور راویوں کا بھی اضافہ ہوا جن پر ان کو اعتماد نہیں ہوا تو انہوں نے رفع یدین کا قول کر دیا۔ (نماز حبیب کبریا، صفحہ ۱۶۹ - ۱۷۰)

امام اعظم کی فضیلت، ائمہ دین کی نظر میں

☆ امام اعظم کی عظمت کی گواہی، جرح وتعدیل کے نامور امام محدث یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی سنئے: آپ فرماتے ہیں کہ 'جلیل القدر عالم چار ہیں: سفیان ثوری، ابوحنیفہ، مالک اور اوزاعی۔' رحمہم اللہ تعالیٰ (البدایہ و النھایہ، ج ۱ ص ۱۱۶)

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، 'ابوحنیفہ کو یہ مقام حاصل تھا کہ اگر ستون کو دلائل سے ثابت کرنا چاہیں کہ یہ سونے کا ہے تو کرسکتے تھے۔' (تاریخ بغداد، ج ۱۳ ص ۳۳۷)

امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے، 'یوں نہ کہو کہ یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے۔' (ذیل الجواھر، ج ۲ ص ۴۶۰)

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، 'جو امام اعظم کے مذہب کی تحقیق کرے گا اسے سب سے زیادہ احتیاط والا پائے گا، جو اس کے سوا کہے وہ جاہل ہے۔' (کتاب المیزان، ج ۱ ص ۶۳)

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، 'ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زمین پر سب سے بڑے فقیہ ہیں۔' (الخیرات الحسان، ص ۳۲)

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت عمدہ بات کہی، فرمایا، 'تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔' (تاریخ بغداد، ج ۱۳ ص ۳۴۶، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ یحیٰی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار کیا تو عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ ارشاد فرمایا، 'ابوحنیفہ کے علم میں۔' (خواتین اور دینی مسائل، ص ۱۲۰، علامہ سید شاہ تراب الحق قادری)